تقویٰ اختیار کرتے ہوئے حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں، حبل اللہ سے مراد خلافت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ رنومبر ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقْتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۴﴾ (آل عمران: ۱۰۳-۱۰۴)

پھر آپ نے فرمایا:

یہ دو آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ آل عمران سے لی گئی ہیں اور ان کا بسم اللہ کا شمار کرتے ہوئے نمبر ۱۰۳ اور ۱۰۴ ہے پہلی آیت میں یہ فرمایا گیا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لاتے ہو اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔ اسلام لانے والے ہو اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے والے ہو۔

اس آیت میں دو احکام جاری فرمائے گئے ہیں اور دونوں احکامات کے ساتھ ایک ایک سوال دل میں اٹھتا ہے۔ فرمایا: تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ سوال یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق کیا ہے؟ کیسے تقویٰ کا حق ادا ہوگا ؟ دوسرا ارشاد یہ ہے کہ ہرگز نہ مرو جب تک تم مسلمان نہ ہو اور مرنا اپنے اختیار میں نہیں ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیسے ہم اپنی موت پر اختیار رکھیں گے۔ کس طرح اس حکم کی اطاعت کر سکتے ہیں جبکہ ہمیں علم نہیں ہے کہ کس وقت موت ہمیں آجائے۔ درحقیقت اس آیت کے یہ دونوں ٹکڑے جو یہ دو سوال اٹھاتے ہیں ایک دوسرے کا جواب ہیں۔ اگر تم خدا کا ویسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے تو اس کے نتیجے میں تم ہمیشہ اپنے نفس کی ایسی حفاظت کرتے رہو گے کہ جس سے تم اپنے آپ کو ہر وقت اطاعت کی حالت میں رکھو گے۔ یہاں مسلم سے مراد یہ نہیں ہے کہ تم اسلام لے آؤ کیونکہ مخاطب ہی مومنوں کو فرمایا گیا ہے۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تمہیں ہم حکم دیتے ہیں کہ اسلام کی حالت میں مرو اور اس حالت کے سوا کسی اور حالت میں ہرگز نہ مرو تو یہاں اسلام لانے سے مراد اطاعت ہے۔ خدا کی اطاعت کا اختیار کرنا اور خدا کے سپرد رہنا تو تقویٰ کا حق ہی ہے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ تقویٰ کا حکم ہے لیکن ہمیں علم نہیں کہ تقویٰ کیسے اختیار کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے یہ آیت ان کے اس سوال کا عمدہ جواب پیش کرتی ہے کہ تقویٰ اس طرح اختیار کیا جاتا ہے کہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ نگران رہو کہ کسی وقت بھی ایسی باغیانہ حالت نہ ہو کہ اگر تم اس حالت میں مر جاؤ تو تم پر اس آیت کا مضمون صادق نہ آسکے اور یہ جو مضمون ہے کہ اپنی زندگی کی ہر حالت میں نگرانی کرنا۔ یہ ایک بہت ہی مشکل مضمون ہے کیونکہ بسا اوقات انسان ماحول سے پیدا ہونے والے اثرات کے نتیجے میں جو ردعمل دکھاتا ہے وہ ردعمل تقویٰ سے ہٹا ہوتا ہے اور سپردگی کا ردعمل اسے نہیں کہا جاسکتا۔ چنانچہ دنیا میں جتنے بھی عوامل انسان کی فطرت پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کا تجزیہ کر کے آپ دیکھ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر عمل کے نتیجے میں انسان کا ردعمل بالعموم توازن سے ہٹ کر ہوتا ہے اور جہاں بھی انسان توازن کھو بیٹھے وہاں تقویٰ کی راہ گم ہو جاتی ہے اور ایک باغیانہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو مزید گہرائی میں جا کر اگر باریکی سے اس کا مطالعہ کریں تو یہ مضمون نہ صرف یہ کہ زندگی کے ہر لمحے پر حاوی ہے بلکہ ہر لمحے پر نگرانی کا طریق بتاتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی عام حالت میں بغیر کسی ہیجان کے

بیٹھا ہوا ہے اور اس کو کئی قسم کی خبریں مل سکتی ہیں۔ کئی قسم کے معاملات اسے پیش آسکتے ہیں۔ ایک آدمی اس کو بلا وجہ غصہ دلا سکتا ہے، اس کے مزاج کے خلاف بات کر کے اور بلا وجہ چڑا کر یا ایک ایسی خبر دے کر جس سے اس کا نقصان ہوتا ہو اور بدتمیزی کے انداز میں دل دکھانے کی خاطر اس کو اگر کوئی بری خبر دے تو عام ایسی خبر کے نتیجے میں جو اثر ہے اس سے کہیں زیادہ شدت کا عمل پیدا ہوتا ہے اور جو ردعمل ہے اس میں اکثر انسانوں کا اختیار نہیں ہوتا کہ اس ردعمل کو متوازن رکھیں۔ اگر ایک انسان کسی عمل سے کسی کو تکلیف دیتا ہے اور غصہ دلاتا ہے۔ مثلاً ایک چپیڑ کسی نے ماردی تو فوراً ردعمل یہ ہوگا کہ میں اس کو دس چپیڑیں ماروں۔ ایک گالی دی تو ایک گالی کے جواب میں ایک گالی دے کر انسان رکتا نہیں بلکہ دس، پچاس، سو گالیاں دے کر بھی بعض کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ کسی کو ایک ٹھونکا لگا دیں تو وہ بعض دفعہ اتنی ذلت محسوس کرتا ہے کہ اس کے نتیجے میں مار مار کر جب تک کچومر نہ نکال دے اس کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تو یہ جو ردعمل کی حالت ہے وہ باغیانہ حالت ہے وہ سپردگی کی حالت نہیں۔ اس حالت میں اگر کوئی جان دے دے تو وہ اسلام کی حالت میں جان دینے والا نہیں ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک لطیفہ حضرت مصلح موعودؓ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک بہت موٹا تازہ پہلوان اکھاڑے سے آرہا تھا، خوب مالش کی ہوئی، سر منڈھایا ہوا اور ٹنڈ کہتے ہیں جب بال بالکل نہ ہوں اور چکنی چپڑی کھوپڑی نظر آتی ہو تو اس کی ٹنڈ چمک رہی تھی، اس کے پیچھے پیچھے ایک کمزور نحیف انسان جو اس کی پھونک کی مار بھی نہیں تھا وہ چلا آرہا تھا۔ اس کو اس کا چمکتا ہوا صاف شفاف سر دیکھ کر شرارت سوجھی اور اس نے بھرے بازار میں اچھل کر اس کی ٹِنڈ پر ایک ٹھونگا لگا دیا۔ وہ جس کو ہم پنجابی میں ٹھونگا مارنا کہتے ہیں (ٹھونگا ہی غالباً اسکا اردو میں لفظ ہے) بہر حال انگلی سے الٹی کر کے اس نے یوں سر پر ایک ٹھونکا لگایا، سارا بازار ہنس پڑا۔ غصے میں آکر اس کو اتنا مارا کہ نیم بے ہوش کر دیا۔ جب مار بیٹھا تو اس نے کہا کہ پہلوان جی! آپ جتنا مرضی مار لیں مجھے اس ٹھونکے کا جو مزا آ گیا ہے۔ وہ آپ کو نہیں آسکتا۔ اب یہ ہے تو لطیفہ مگر اس میں فطرت کا ایک گہرا راز بیان ہوا ہے۔ ایک شخص کو بظاہر ایک ٹھونکا لگتا ہے لیکن وہ ایسی ذلت محسوس کرتا ہے اس کے نتیجے میں اس قدر خفیف ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دنیا کی نظر میں میں بالکل ذلیل اور رسوا ہو گیا ہوں۔ تو جو دل کا ردعمل ہے اس کے نتیجے میں پھر وہ بیرونی ردعمل دکھاتا ہے جو ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ردعمل ہوتا ہے اور اعتداء میں داخل ہو جاتا

ہے سوائے ایسے آدمی کے جو تقویٰ کا حق ادا کرنے والا ہو۔

ایک خوشخبری آپ سنتے ہیں اس پر بھی جو ردعمل ہوتا ہے وہ بھی ویسی ہی صورت اختیار کرتا ہے۔ بعض لوگ خوشخبری سن کر اچھلنے لگ جاتے ہیں بیہودہ، لغو حرکتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ شیخیاں بگھارنے لگتے ہیں، بغلیں بجاتے ہیں۔ عجیب عجیب پاگلوں والی حرکتیں کرتے ہیں۔ خوشی کی کوئی خبر سنیں یا خوشی کا کوئی موقعہ دیکھیں، کسی پر فتح حاصل کریں یا اچانک کوئی بڑا منافع حاصل ہو، ہر ایسی حالت میں انسان اپنے ردعمل میں حد سے تجاوز کرنے والا ہوتا ہے اور وہ اس کی اسلام کی حالت نہیں رہتی۔ غم کی خبر دیکھیں تو بالکل نڈھال ہو کر اس غم کے اثر کے نیچے دب جاتے ہیں۔ خوف کی خبر سنیں تو خوف سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم کافروں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ (ھود:۱۱) وہ چھوٹی سی بات پر نہایت خوش ہو جانے والے اور معمولی سے حاصل کے نتیجے میں بے حد فخر کرنے لگتے ہیں۔ اچھلتے ہیں اور اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں تو درحقیقت ہر روز ہر لحہ جب بھی ہم پر بیرونی عوامل اثر انداز ہوں وہ وقت ہے تقویٰ کا حق ادا کرنے کا اور اس وقت انسان اکثر بے خبری کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی بیدار مغزی کے ساتھ اپنے نفس پر غور نہیں کرتا تا کہ مجھ سے جو سلوک کیا گیا ہے یا جو کچھ مجھے اطلاع ملی ہے یا جو تبدیلی میرے حالات میں پیدا ہوئی ہے اس کے نتیجے میں میں اگر خدا کی نظر میں رہنے والا انسان ہوں یا یہ معلوم ہو کہ کون مجھے دیکھ رہا ہے تو میں کیا ردعمل دکھاؤں گا؟ خدا کی نظر میں رہنے والا انسان ہمیشہ معتدل ہوتا ہے۔ اس کا ردعمل کبھی بھی حد سے تجاوز نہیں کرتا اگر ایک ایسے انسان کی موجودگی میں جس کا آپ پر رعب ہو، جس کی ہیبت آپ کے دل پر طاری ہو کوئی شخص آپ کی بے عزتی کرے تو آپ ہرگز اس طرح اس کو گندی گالیاں نہیں دیں گے جس طرح علیحدگی میں بے عزتی کرنے پر دیں گے۔ اس وقت آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو بڑا دبا دبا اور گھٹا گھٹا ردعمل دکھائیں گے ورنہ اس کی بھی بے عزتی ہوتی ہے جس کی موجودگی میں آپ حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ ماں باپ کی موجودگی میں بچوں کا ردعمل اور ہوتا ہے۔ ماں باپ سے علیحدگی میں اور ردعمل ہوتا ہے۔ ایک صاحب جبروت بادشاہ کے حضور درباریوں کے ساتھ اگر کوئی حرکت ہو تو ان کا ردعمل بالکل اور ہو گا اور گلیوں میں، بازاروں میں چلتے ہوئے انہیں درباریوں سے اگر کوئی بدسلوکی کرے تو ان کا ردعمل بالکل اور ہو گا۔

پس تقویٰ کا معنی یہ ہے اور تقویٰ کا حق ادا کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ زندگی کی ہر وہ حالت جس میں آپ کے اوپر کسی قسم کے عوامل کارفرما ہوں آپ کی عام حالت میں تبدیلی پیدا کرنے والے کوئی بیرونی محرکات ہوں اس وقت اپنے ردعمل کو اس طرح دیکھو کہ جیسے تمہارے علاوہ خدا بھی اس کو دیکھ رہا ہو اور اگر ان معنوں میں خدا کے سامنے رہو تو یہ تقویٰ کی حالت ہے جس کا دوسرا نام اسلام ہے یعنی علمی دنیا میں ہر وقت خدا کے حضور سربسجود رہنا اور اس کی اطاعت کے اندر رہنا اس کی فرمانبرداری اور سپردگی میں رہنا۔ پس یہ چھوٹی سی آیت دو سوال اٹھاتی ہے اور یہ آیت انہی دونوں سوالات کا جواب خود دیتی ہے لیکن اس کی مزید تفصیل اس کے بعد آنے والی آیت پیش فرماتی ہے اور اسلام کی ایک اور تصویر ایسی کھینچتی ہے جس کی طرف از خود محض اس آیت سے توجہ مبذول نہیں ہوتی وہ مضمون جب تک کھولا نہ جائے انسان پر از خود کھل نہیں سکتا۔ چنانچہ فرمایا: وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا اگر تم تقویٰ کا حق ادا کرنے والے ہو اگر تم اس کے نتیجے میں یہ تسلی پا جاتے ہو کہ تم اس حالت میں جان دو گے جو سپردگی کی حالت ہے تو پھر جو کسوٹی ہم تمہارے سامنے رکھتے ہیں اس پر اپنے آپ کو پرکھ کر دیکھو اور اسلام کے جو حقیقی اور بنیادی معنی ہیں وہ ہم تم پر کھولتے ہیں اور یہ دیکھو کہ تم ان معنی سے انحراف تو نہیں کر جاتے۔ فرمایا! وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا حقیقی اسلام یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو پکڑے رکھو اور یہ اطاعت کی حالت ہے مگر جَمِیۡعًا اجتماعی طور پر انفرادی طور پر نہیں۔ پس ایک اور مضمون بیان ہوا ہے جو پہلے مضمون کے تسلسل میں ہی اس کا اگلا قدم ہے۔

بِحَبۡلِ اللّٰہِ کس کو کہتے ہیں؟ پہلے اس مضمون پر میں کچھ بیان کردوں پھر اس مضمون پر کچھ مزید روشنی ڈالوں گا۔ قرآن کریم کی روح سے حبل اللہ کا ترجمہ کرتے ہوئے دو ایسی آیات ذہن میں ابھرتی ہیں جہاں حبل کا لفظ بیان ہوا ہے ایک تو آیت وہ ہے جہاں فرمایا: ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران:۱۱۳) کہ وہ لوگ ہیں جن پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے۔ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے وہ ذلت اور رسوائی اور نکبت کی حالت میں پائے جائیں گے۔ اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ سوائے اس کے کہ اللہ کی حبل ان کو اس ذلت سے مستثنیٰ کرنے والی ہو اور لوگوں کی حبل ان کو اس ذلت سے مستثنیٰ کرنے والی ہو۔ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ ذلت سے ان کی اس حصے میں حفاظت کرنے والی ہو۔

یہاں ’’حبل اللہ‘‘ سے اور ’’حبل الناس‘‘ سے بلحاظ معنی ایک ہی مراد ہے کیونکہ دونوں کے ساتھ حبل کا لفظ استعمال ہوا ہے اور تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں حبل سے مراد عہد ہے۔ یعنی خدا کا عہد جو بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس عہد کے نتیجے میں بعض دفعہ قومیں ذلت سے بچائی جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد ہے کہ اس حالت میں میں تمہیں ایک خاص تکلیف سے بچاؤں گا۔ جو بھی عہد کی نوعیت ہو اس کے نتیجے میں خدا کا عہد ان کو پہنچتا اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح قوموں کے عہد ہیں۔ ایک قوم کا دوسری قوم سے معاہدہ ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی دشمن ہم پر حملہ کرے تو تم ہمارے دفاع کے لئے چلے آنا تو اس معاہدے کی رو سے پھر بعض دفعہ انسان بعض قسم کے شر سے بچائے جاتے ہیں تو حبل کا بنیادی معنی عہد ہوا۔

دوسرا حبل کا لفظ "حبل الورید" کے محاورے کے طور پر ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔ "حبل الورید" شہ رگ کو کہتے ہیں۔ یہ وہ رسی ہے جو دل اور دماغ کا تعلق سارے بدن سے ملاتی ہے اور اگر یہ رسی کٹ جائے تو دل اور دماغ دونوں کا تعلق بدن سے کٹ جاتا ہے اور اس کا دوسرا نام موت ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کی آیت میں یہ وہ جگہ یعنی وہ آیت ہے جس کا مضمون میں نے بیان کیا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں حبل کا لفظ درحقیقت ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو استوار رکھو جو تمہاری زندگی کی ضمانت ہے اگر تمہارے ان تعلقات پر ضرب پڑ گئی یا وہ منقطع ہو گئے تو اسی حد تک تم زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔ حبل کا دوسرا معنی بھی یہاں صادق آتا ہے اور پہلے معنی کی مزید تشریح کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ درحقیقت قرآن کریم نے تمام مومنوں کو ایک معاہدے کی رو سے اپنے انبیاء اور شریعتوں سے باندھ دیا ہے اور یہ عہد اللہ تعالیٰ کا آغاز انسانیت سے لے کر آج تک ہمیشہ قوموں سے لیا جاتا ہے۔

پس ہر صاحب شریعت نبی اور اس کی شریعت عملاً حبل اللہ بن جاتے ہیں کیونکہ خدا کے ساتھ کئے جانے والے عہد کے ذریعے وہ ان دونوں سے باندھے جاتے ہیں۔ شریعت کی اطاعت اور صاحب شریعت نبی کی اطاعت یہ ضروری ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر حبل اللہ کا یہی معنی ہے تو ایک دفعہ ایک صاحب شریعت نبی آ گیا اور شریعت پیش کر کے چلا گیا تو کیا ہر انسان یہ نہیں کہہ

سکتا کہ میرا اس صاحب شریعت نبی سے ایک تعلق قائم ہو چکا ہے اللہ کی حبل کے ذریعے۔ میں اپنے عہد بیعت میں جو روحانی معنوں میں میں نے اس سے جوڑا ہے یا باندھا ہے مخلص ہوں اور ثابت قدم ہوں اور اسی طرح شریعت سے میرا مخلصانہ تعلق ہے تو مجھے اب کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے گویا میرا اسلام اسی سے کامل ہو گیا کہ میں نے ایک شارع نبی کو قبول کیا اور اس کی شریعت کے ساتھ اطاعت کا تعلق جوڑ لیا۔

یہ ایک سوال جو پیدا ہوتا ہے اس کا جواب یہی آیت یہ دیتی ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا اسلام سے مراد یہ نہیں ہے کہ تم شریعت سے تعلق جوڑ لو اور صاحب شریعت نبی سے تعلق جوڑ لو بلکہ "حبل اللہ'' سے مراد یہ ہے یعنی دوسرے معنوں میں اسلام سے مراد یہ ہے کہ اکٹھے رہ کر تعلق جوڑو جہاں بھی تمہارا تعلق بظاہر قائم رہا اور آپس کا اتحاد ٹوٹ گیا وہاں تم اسلام کی حالت سے باہر نکل جاؤ گے۔ پس صرف خدا کی رسی کو پکڑنا کافی نہیں خدا کی رسی کو اجتماعی طور پر پکڑنا ضروری ہے۔

یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے جس نے اس بات کی طرف توجہ مبذول کروائی کہ امت کا شیرازہ بکھرنے نہیں دینا ورنہ شریعت اور صاحب شریعت نبی سے تمہارا تعلق کوئی کام نہیں دے گا۔ اگر تم بظاہر تعلق رکھتے ہو گے لیکن تمہاری حرکتوں کی وجہ سے، تمہارے اعمال کی وجہ سے یا تمہارے اقوال کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھرنے لگے گا اور تم ایک دوسرے سے جدا ہونے لگو گے تو پھر حبل اللہ سے تمہارا تعلق حقیقی معنوں میں شمار نہیں کیا جائے گا اور خدا کے نزدیک تم سزا کے مستحق ٹھہرو گے۔ پس اسلام کی یہ مزید تشریح ہے جو پہلی آیت سے ذہن میں نہیں ابھرتی تھی از خود ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا لیکن دوسری آیت نے اس کو کھول کر بیان فرما دیا۔ پس بیعت خلافت کی جو ضرورت پڑتی ہے وہ اس لئے نہیں کہ خلیفہ کوئی صاحب شریعت مامور ہوتا ہے بلکہ خدا کے صاحب شریعت رسول کے گزر جانے کے بعد اس قرآن کے یا اس کتاب کے باقی رہنے کے بعد جو ہر صاحب شریعت نبی کے بعد باقی رکھی جاتی ہے محض ان سے تعلق کافی نہیں ہے، پھر جمعیت کیسے نصیب ہوگی۔ جمعیت مرکزیت سے نصیب ہوتی ہے اور نظام خلافت وہ جمعیت عطا کرتا ہے۔ خدا سے تعلق ٹوٹ جائے تو پھر امتیں بکھر جاتی ہیں۔

پس جب ایک امت دو فرقوں میں تبدیل ہو جائے یا تین یا چار یا پانچ فرقوں میں بٹ جائے اور ان میں کسی کا بھی خلافت سے تعلق قائم نہ ہو اور خدا کی رسی کو اس طرح نہ چمٹیں کہ گویا سب اکٹھے ہو گئے

اور ایک ہاتھ پر جمع ہو گئے تو درحقیقت قرآن کریم کے بیان کے مطابق ان کا حبل اللہ سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے سوا کوئی دنیا کا نظام جمعیت پیدا نہیں کرتا۔ فرقے تو آپ کو بہت سے دکھائی دیں گے۔ مگر کسی فرقے میں بھی وہ جمعیت نہیں ہے جو نظام خلافت کے اندر آپ کو دکھائی دیتی ہے۔

پس خلافت راشدہ کے بعد آپ دیکھیں کہ کس طرح امت بکھرنے لگی اور متفرق ہونے لگی اور وہ جمعیت جو آپ کو خلافت راشدہ کے وقت دکھائی دیتی تھی جب ایک دفعہ ٹوٹی تو پھر ٹوٹ کر بکھرتی چلی گئی اور ٹکڑوں پر ٹکڑے ہوتے چلی گئی۔ پس یہ بہت ہی اہم مضمون ہے اسلام کا یعنی حقیقی اسلام کا۔ صاحب شریعت نبی سے تعلق باندھو، اس کی ذات سے بھی تعلق باندھو اور اس کی شریعت سے بھی کیونکہ وہ عہد جو رسولؐ سے، صاحب شریعت رسولؐ سے باندھا جاتا ہے وہ صرف یہ نہیں ہوتا کہ ہم اس شریعت کی اطاعت کریں گے جو تجھ پر نازل ہوئی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ اس شریعت کی بھی اطاعت کریں گے اور تیری بھی اطاعت کریں گے پس صاحب شریعت نبی کے گزرنے کے بعد جمعیت کا تصور ہی نہیں پیدا ہو سکتا اگر خلافت جاری نہ ہو ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کے جانے کے بعد ہر شخص انفرادی طور پر حبل اللہ کو پکڑ لے اور یہی اس کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ کافی نہیں ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا مل کر اکھٹے ہو کر تم نے حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ پس منطقی طور پر کوئی اور راہ دکھائی نہیں دیتی سوائے اس کے کہ نبوت کے بعد خلافت جاری ہو اور جب خلافت ایک دفعہ بکھر جائے تو پھر دوبارہ نبوت کے ذریعے قائم ہوتی ہے خواہ وہ پہلی شریعت کی نبوت کا اعادہ ہو۔ نئی شریعت نہ بھی آئے۔ مگر دوبارہ آسمان سے حبل اللہ اترتی ہے اور پھر دوبارہ جمعیت عطا ہوتی ہے اس کے بغیر جمعیت نصیب نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ دیکھو اس وقت کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ یہ اللہ تھا جس نے تمہارے دلوں کو آپس میں محبت کے رشتوں سے مضبوطی سے باندھ دیا۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا تو یہ کیا عجیب معجزہ رونما ہوا کہ تم جو ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ اور تم

ایک ایسے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے جو آگ سے بھرا ہوا تھا فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا پس یہ اللہ تھا جس نے تمہیں اس گڑھے سے بچالیا۔اس کنارے کی حالت سے ہٹا کر تمہیں دور لے گیا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تم پر کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اب اس دوسرے حصے میں یہ مضمون بیان فرمایا کہ تفرقہ لازماً آگ تک پہنچاتا ہے۔آگ سے مراد لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ جہنم کی آگ مراد ہے مگر قرآن کریم کے محاورے سے ثابت ہے کہ آگ سے مراد خوفناک لڑائیاں بھی ہیں اور صرف مرنے کے بعد آگ مراد نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں بھی جو مختلف جگہوں پر ہم ہر وقت قوموں کو آپس میں لڑتا دیکھتے ہیں یا ہر وقت نہیں تو کبھی کبھی لڑتا دیکھتے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ تفرقہ ہے۔اور جب تفرقہ شدت اختیار کر جائے تو ایسی قومیں لازماً پھر لڑائی کی آگ میں جھونکی جاتی ہیں،حرب کی آگ میں جھونکی جاتی ہیں۔یہ ایک مزید کسوٹی اپنی حالت کو پہچاننے کے لئے پیش کر دی۔فرمایا کہ اگر تم واقعی مسلمان ہو۔اگر تم واقعی اللہ کی اطاعت میں داخل ہو اور حبل اللہ کو تھامے ہوئے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ تم آپس میں لڑ پڑو۔یہ ناممکن ہے کہ تم آگ کی بھٹی میں جھونکے جاؤ یعنی لڑائی کی بھٹی میں جھونکے جاؤ۔اللہ نے تمہیں اس آگ سے دور کر دیا یعنی حبل اللہ کے نتیجے میں تم اس کنارے سے دور لے جائے گئے اور جب تک تم اس کنارے پر کھڑے تھے تیز ہوا کا کوئی جھونکا بھی تمہیں اس میں دھکیل سکتا تھا،کوئی شدید دشمن تمہیں دھکا دے کر اس میں دھکیل سکتا تھا،کوئی شدید دشمن تمہیں دھکا دے کر اس میں گرا سکتا تھا لیکن جو کناروں سے دور ہٹ جائیں گے ان کو ایک جھونکا یا ایک،دو چار دھکے تو اس آگ کے گڑھے میں نہیں گرا سکتے اور پھر حبل اللہ کو جس نے مضبوطی سے تھاما ہوا ہو وہ تو اتنی دور آگ کے کناروں سے نکل جاتا ہے کہ کوئی دنیا کی طاقت اس کو آگ میں نہیں دھکیل سکتی۔

اس مضمون کو سمجھنے کے بعد آپ اس زمانے میں آج بدنصیبی سے مسلمانوں کی جو حالت ہے اس کی طرف واپس آئیں۔ایران اور عراق میں جو جنگ ہوئی ہے ۸ سال تک مسلمان ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے۔کیا اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ آگ کے کنارے پر نہیں کھڑے تھے؟ کیا اس آیت کریمہ کی روشنی میں کوئی انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے مضبوطی

سے خدا تعالیٰ کی رسی کو تھاما ہوا تھا؟ اور جَمِيۡعًا وہ سب اجتماعی طور پر اس رسی سے چمٹے ہوئے تھے۔ پس یہ آیت محض ایک نظریاتی فلسفہ پیش نہیں کر رہی بلکہ دنیا کی گہری حقیقتوں سے ہمیں آشنا کر رہی ہے یہ ایسی ٹھوس حقیقتیں ہیں جن سے انسان نظر بچا کر نکل نہیں سکتا ایسی حقیقتیں ہیں جو قوموں کو گھیر لیتیں ہیں اور خواہ آپ ان کو نظر انداز کریں ان کے نتائج سے آپ بچ نہیں سکتے۔

پس قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کا حق اختیار کرو یعنی تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کا حق ادا کرو اور ہرگز نہ مرو جب تک مسلمان نہ ہو، مسلمانوں پر لازم کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اکٹھے ہو کر ایک جان ہو کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس سے اس طرح چمٹے رہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان کا ہاتھ خدا کی رسی سے جدا نہ ہو اور ایک دوسرے سے بھی جدا نہ ہو یعنی ایک طرف خدا کی رسّی کو تھاما ہوا ہو اور دوسری طرف وہ سب اکٹھے ہوں اور مل کر ایک ہی رسی کو پکڑا ہو۔ یہ امت مسلمہ کی وحدانیت کا وہ منظر ہے جو قرآن کریم کی ان آیات نے تفصیل سے کھول کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمان جو قرآن کریم کو پڑھتے بھی ہیں تو مضامین پر گہرا غور نہیں کرتے۔ اکثر تو ایسے ہیں جو نہ تو پڑھنے کے اہل رہے نہ غور کرنے کے مگر ان کے راہنما قرآن کریم کی آیات پڑھ کر ان کو اکٹھا کرنے کی بجائے ان کو ایک دوسرے سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنی ظلم کی حد ہے کہ قرآن کریم تو اللہ کی رسی کی یہ تعریف فرما رہا ہے کہ اس کو پکڑو اور اجتماعی طور پر پکڑو اور تم یقیناً آگ کے عذاب سے بچائے جاؤ گے۔ اگر تم لڑائی کے لئے تیار بھی بیٹھے ہو گے۔ ایک دوسرے کے گریبان پکڑنے کے لئے مستعد ہو گے تو اللہ تعالیٰ اس رسی کی برکت سے تمہیں ایک دوسرے سے دور ہٹا دے گا یعنی دشمنی کی حالت سے دور ہٹا دے گا اور پھر محبت کی حالت میں قریب کرے گا اور اتنا قریب کر دے گا کہ تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن جاؤ گے۔ کتنا حسین منظر ہے جو تقویٰ کے نتیجے میں پیدا کر کے دکھایا گیا ہے اور اس کے برعکس آج مسلمان علماء قرآن کے حوالے دے دے کر منہ سے جھاگیں اڑاتے ہوئے ایک دوسرے سے نفرت کی تعلیم دیتے ہیں۔ پہلے ۸ سال تک دنیا نے یہ تماشا دیکھا کہ ایران قرآن کے حوالے سے عراقیوں کے قتل کی تعلیم دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ کافر ہیں ان کو مارو ان کو قتل کرو اور تم غازی بنو گے اور اگر تم ان کے ہاتھ سے مارے گئے تو تم شہید ہو گے اور عراقی علماء اسی زور اور شدت کے ساتھ اہل عراق کو یہ خوشخبری سنا

رہے تھے کہ اگر تم ایرانی کافروں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے تو یقیناً جنت میں جاؤ گے۔خدا کے نزدیک تمہارا مرتبہ شہداء کا مرتبہ ہوگا اور اگر ان بدبختوں کو مارو گے تو ایک کافر کو واصل جہنم کر رہے ہو گے۔یعنی ان کی تقریریں اور خطبات ایسے نہیں تھے کہ جو وقتی طور پر پیغام کی صورت میں لوگوں تک پہنچائے جا رہے ہوں۔کھلم کھلا دنیا کے اخبارات میں یہ خبریں چھپتی تھیں۔روزمرہ یہ اعلانات ہوتے تھے۔ان کے ریڈیو، ان کے ٹیلیویژن، ان کے اخبارات ان پروپیگنڈوں میں ہمیشہ منہمک رہے یعنی ۸ سال تک۔

اب آپ اندازہ کریں کہ یہ حبل اللہ ہے جس کی قرآن کریم تعلیم دیتا ہے۔اب وہی عراق ہے جس کے ساتھ سارا عرب تھا اور یہ جو اسلام اور غیر اسلام کی جنگ جاری تھی اب اس نے مختلف روپ دھارے ہیں۔کبھی تو یہ سنی اسلام کی شیعہ اسلام سے جنگ قرار دی گئی۔کبھی بدکرداروں اور غاصبوں کی (جو حقیقت میں اسلام سے مرتد ہو چکے تھے) ایمان والوں اور تقویٰ شعار لوگوں سے جنگ قرار دی گئی، کبھی اہل عرب کی عجمیوں سے جنگ بن گئی اور جو بھی عرب ممالک عراق کے ساتھ اکٹھے ہوئے درحقیقت محض اسلام کے نام پر نہیں اکٹھے ہوئے تھے کیونکہ ان کے دوسری جگہ شیعوں سے اسی طرح تعلقات تھے بلکہ بہت سے شیعہ اکثریت کے ممالک بھی عراق کے ساتھ اکٹھے ہو گئے اس لئے کہ عرب تھے اس لئے وہ جنگ عرب اور عجم کی جنگ بن گئی۔اس طرح انہوں نے عراق کی حمایت کی لیکن نام اسلام کا استعمال کیا کہ ظلم ہو رہا ہے۔ایک ایسا ملک جو حقیقت میں اسلام سے دور جا پڑا ہے وہ مسلمانوں اور عربوں پر حملہ کر رہا ہے یعنی دہرا گناہ کر رہا ہے اور اب آپ دیکھ لیں کہ عالم اسلام (یعنی سنی عالم اسلام کہہ لیں یا عرب عالم اسلام) عین بیچ سے دو نیم ہو چکا ہے اور بہت سے عرب مسلمان ممالک مل کر ایک بہت بڑے مسلمان ملک عراق کے مقابل پر اکٹھے ہو گئے ہیں اور جنگ کی آگ بھڑکنے کو تیار بیٹھی ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس وقت تم آگ کے کنارے پر کھڑے تھے، اللہ تھا جس نے اس سے تمہیں بچالیا۔پس ابھی اس آگ کے گڑھے میں یہ پڑے نہیں ہیں لیکن اگر قرآن کریم پر ان کا ایمان ہے اور اس آیت کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کے حوالے سے میں ان سب سے عاجزانہ التجا کرتا ہوں اور بڑی شدت سے التجا کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے اس آیت کے درس آج کل اپنی مساجد میں، اپنے ریڈیو پر، اپنے ٹیلیویژنز پر، اپنے اخبارات میں دیں اور اپنے ملکوں کے باشندوں کو بتائیں کہ قرآن کریم تم سے کیا توقع کرتا ہے اور اگر تم لڑ

پڑے تو پھر ہر گز تمہاری موت اسلام کی موت نہیں ہوگی۔قرآن سچا ہے تمہارے دعوے جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ قرآن جھوٹا نکلے اور تمہارے دعوے سچے ہوں

قرآن کریم فرماتا ہے: لَا تَفَرَّقُوْا ہرگز تفرقہ نہ اختیار کرنا۔خدا کی رسی کو اکٹھے مضبوطی سے تھامے رکھو اور یہی چیز ہے جو تمہیں جنگوں کی ہلاکتوں اور جنگوں کے عذاب سے بچا سکتی ہے۔

پس تمام دنیا میں احمدیوں کو مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانی چاہئے کہ تمہیں ہلاکت سے بچانے کا نسخہ قرآن کریم کی ان آیات میں ہے جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ان پر غور کرو، خدا کا خوف کرو اور مسلمان، مسلمان کی گردن کاٹنے سے اپنے ہاتھ کھینچ لے کیونکہ نہ مقتول کی موت اسلام کی ہوگی اور نہ قاتل خدا کے نزدیک غازی ٹھہرے گا بلکہ ایک مسلمان کو قتل کرنے والا قرار دیا جائے گا اور اگر اس قتل میں غیر قوموں کو بھی وہ اپنا شریک کر لیں، غیر مسلموں کو بھی آواز دے کر بلائیں کہ آؤ اور ہمارے بھائیوں کی گردن اڑانے میں ہماری مدد کرو تو پھر یہ اور بھی زیادہ بھیانک شکل بن جاتی ہے پس دعاؤں کا تو وقت ہے کیونکہ دعاؤں کے بغیر دلوں کے قفل کھل نہیں سکتے۔محض نصیحت کی کنجی سے دل نہیں کھلا کرتے جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق نصیب نہ ہو۔پس دعائیں بھی کریں اور کوشش بھی کریں اور مسلمانوں کی توجہ بار بار ان آیات کریمہ کی طرف مبذول کرائیں اور ان کو بتائیں کہ اسی میں تمہاری زندگی ہے اور اس سے روگردانی میں تمہاری موت ہے لیکن ایسی دردناک موت ہے جس کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت گواہی دے گی کہ جب تم مرے تھے تو تقویٰ کا حق ادا کرنے والے نہیں تھے۔جب تم مرے تھے تو اسلام کی حالت میں نہیں تھے۔پس تمہاری زندگی مسلمان کہلا کر اسلام کے اوپر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے اب بظاہر اسلام کے نام پر جان دینے کے باوجود اگر یہ بدنصیب انجام تمہارا ہوا کہ خدا کا کلام تم پر گواہ بن کر کھڑا ہو جائے کہ اے ایمان کی باتیں کرنے والو، اے تقویٰ کی باتیں کرنے والو، اے اسلام کی باتیں کرنے والو، خدا کا کلام گواہ ہے کہ تم نے نہ ایمان کا مزا چکھا ہے، نہ تقویٰ کا معنی جانتے ہو، نہ تم اسلام کی بات کرنے کا حق رکھتے ہو۔

پس بہت ہی خطرناک وقت ہے جو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑا دیکھ رہے ہیں ۔ پس تمام دنیا میں ایک ہی جماعت ہے جو خدا تعالیٰ کی خلافت کی رسی سے وابستہ ہے ۔اس

حبل اللہ سے وابستہ ہے جس نے محمد رسول ﷺ اور آپ کی شریعت سے عہد وفا باندھ کر اکٹھے ہو کر ایک ہی ہاتھ پر جمع ہو کر اس آیت کے مضمون کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور حبل اللہ کو جَمِيعًا اجتماعی طور پر چمٹ گئے ہیں۔

پس نہ صرف یہ کہ آپ چمٹے رہیں بلکہ دوسروں کو بھی نجات کی دعوت دیں اور اس رسی کی طرف بلائیں جو زندگی کی واحد ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سننے والوں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس مضمون کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور یہاں سے اپنے زندگی کا آب حیات حاصل کریں کیونکہ اس کے سوا زندگی کا کوئی اور ذریعہ باقی نہیں رہا۔ آمین۔